

عجائبات مرزا

دلچسپ قابل دید و شنید

مرزا صاحب قادیانی نے اپنی مسیحیت موعودہ پر مختلف قسم کی کئی ایک دلیلیں پیش کی ہیں، عقلی بھی اور نقلی بھی۔ آج جس دلیل پر ہم بحث کرنے کو ہیں یہ بڑی زبردست عقلی اور نقلی دلائل سے مرکب دلیل ہے۔ اس دلیل کا خلاصہ سنتے ہی سامع کو اس کی نسبت اعتماد ہو سکتا ہے۔ خلاصہ اس کا ہمارے الفاظ میں یہ ہے۔

”قرآن اور احادیث اور جملہ انبیاء علیہم السلام کے کلام سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام سی قیامت تک دنیا کی عمر سات ہزار سال (عجائب قمری) ہے۔ کل انبیاء نے بتایا ہوا ہے کہ مسیح موعود دنیا کے چھٹے ہزار میں مامور اور مبعوث ہو کر اہل دنیا کو ضلالت اور بربادی سے بچائیں گے۔ چنانچہ میں (مرزا) اسی چھٹے ہزار میں مبعوث ہوا ہوں۔“ (عربی رسالہ ما الفرق بین آدم والمسیح الموعود)

مبنی گفتگو حضرت آدم کی تاریخ پیدائش ہے۔ جبکہ وہ تاریخی زمانہ سے پہلے کا واقعہ ہے تو اس کا علم کیسے ہو؟ سو مرزا صاحب کے ہم شکر گزار ہیں کہ انہوں نے اس سے ہمیں سبکدوش فرمایا۔ چنانچہ لکھا ہے۔

”آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت آدم علیہ السلام سے قمری حساب کے (۳۹۶۷) رو سے چار ہزار سات سو اثنائیس برس بعد میں مبعوث ہوئے ہیں۔“

(کتاب تحفہ گولڈویہ ص ۹۷)

پس اب سارے حساب میں آسانی ہو گئی۔ تیرو سال اقامت مکہ کے ملائیں تو سنہ ۱۱۷۰ ۱۱۷۱ء یاد رہے خدا نے حساب قمری رکھا ہے۔ (تتمہ کتاب حقیقۃ النبی مصنف مرزا صاحب ص ۱۱۷۱)

اول ہجری کو انسانی دنیا کی عمر چار ہزار سات سو باون سال ہوئے۔ ان میں دو سو اڑتالیس ملائے سے پورے پانچ ہزار ہو جائینگے۔ یعنی ۲۷۸ ہجری کو دنیا کی عمر پورے پانچ ہزار ہو گئی تھی۔ اس کے بعد چھٹا ہزار چلا جو ۳۷۸ھ کو ختم ہوا۔ اب ہم مرزا صاحب کا کلام یکے بعد دیگرے ناظرین کے سامنے اصل الفاظ میں پیش کئے دیتے ہیں۔

مرزا صاحب نے اس مخصوص میں اپنے متعلق دو دعوے کئے ہیں۔ ایک یہ کہ میں چھٹے ہزار میں مبعوث ہوا ہوں۔ دوم میری بعثت دراصل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ثانیہ ہے۔ اس بیان میں آپ کی تحریر بیت لطیف ہے ناظرین بغور سنیں۔

فرماتے ہیں:-

”آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعثت اول کا زمانہ ہزار پنجم تھا جو اسم محمد کا منظر تجلی تھا۔ یعنی یہ بعثت اول جلالی نشان ظاہر کرنے کے لئے تھا۔ مگر بعثت دوم جس کی طرف آیت کریمہ و اخذین منہم لما یلقوا بھم میں اشاہ ہے وہ منظر تجلی اسم احمد ہے جو اسم جمالی ہے جیسا کہ آیت و مبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد۔ اسی کی طرف اشارہ کر رہی ہے اور اس آیت کے یہی معنی ہیں کہ ہمدی مبعود جس کا نام آسمان پر مجازی طور پر احمد ہے جب مبعوث ہو گا تو اس وقت وہ نبی کریم جو حقیقی طور پر اس نام کا مصداق ہے اس مجازی احمد کے پیرائے میں ہو کر اپنی جمالی تجلی ظاہر فرمائے گا۔ یہی وہ بات ہے جو اس سے پہلے میں نے اپنی کتاب ازالہ اذہام میں لکھی تھی۔ یعنی یہ کہ میں اسم احمد میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا شریک ہوں۔ اور اس پر نادان مولویوں نے جیسا کہ اُن کی ہمیشہ سے عادت ہے شور مچایا تھا۔ حالانکہ اگر اس سے انکار کیا جائے تو تمام سلسلہ اس پیشگوئی کا زبردور ہو جاتا ہے۔ بلکہ قرآن شریف کی تکذیب لازم آتی ہے جو لغو ذلالت کفر تک نوبت پہنچاتی ہے لہذا جیسا

۱۱۲ منہ مبعوث ہونے کے معنی ہیں مامور الہی ہونا۔ جیسے حق گو راہ کی عبارت آگے آتی ہے ۱۱۲ منہ

کہ مومن کیلئے دوسرے احکام الہی پر ایمان لانا فرض ہے ایسا ہی اس بات پر بھی ایمان فرض ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دو بعثت ہیں (۱)، ایک بعث محمدی جو جلالی رنگ میں ہے جو ستارہ مریخ کی تاثیر کے نیچے ہے جس کی نسبت بحوالہ توریت قرآن شریف میں یہ آیت ہے محمد رسول اللہ والذین معہ اشداء علی الکفار رحماء بینہم (۲) دوسرا بعث احمدی جو جلالی رنگ میں ہے جو ستارہ شتری کی تاثیر کے نیچے ہے جس کی نسبت بحوالہ انجیل قرآن شریف میں یہ آیت ہے ومبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد۔ (تخف کوڑو یہ تفسیر کلاں) ناظرین کی تفہیم کے لئے تھوڑی سی تشریح کئے دیتے ہیں۔

قرآن شریف کی سورہ جمعہ میں یوں ارشاد ہے:-
هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْأُمَمِیْنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِہٖ
وِیُزَکِّیْهِمْ وِیُعَلِّمُهُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَہٗ وَاِنْ کَانُوْا مِنْ قَبْلِ لَقِیْ
صَلَٰلٍ مُّبِیْنٍ۔ وَاٰخِرِیْنَ مِنْهُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِہُمْ۔ وَهُوَ الْغَیْظُ
الْحَکِیْمُ۔ (سورہ جمعہ)

ترجمہ اخذانے عرب کے اُن پڑھوں میں رسول بھیجا جو خدا کے احکام ان کو سناتا ہے اور کتاب اور حکمت سکھاتا ہے۔ تحقیق وہ اس سے پہلے گمراہ تھے۔ اور جو ابھی پیدا نہیں ہوئے ان میں بھی ہی رسول بھیجا ہے

مرزا صاحب کہتے ہیں اس آیت میں آنحضرت کی دو بعثتیں ہیں۔ ایک وہ جس کا تعلق الامیین یعنی عربوں سے ہے۔ دوسری بعثت وہ جس کا تعلق عجم یعنی ہندوستان وغیرہ سے ہے۔ یہ بعثت وَاٰخِرِیْنَ مِنْهُمْ سے نکلتی ہے۔ مطلب آیت کا یہ بتاتے ہیں کہ خدا نے آنحضرت کو پہلی بعثت کے وقت عربوں میں مبعوث کیا۔ دوسری میں سب دنیا خصوصاً ہندوستان میں کیا۔ اس دوسری بعثت میں خود تشریف نہیں لائے بلکہ میری (مرزا کی) شکل میں آپ کی بعثت ہوئی ہے۔ مرزا صاحب کے

الفاظ میں یہ تشریح پڑھئے۔ فرماتے ہیں:-

”اس وقت سب منطوق آیت و احزین منہم لما یلحقوا بھم اور نیز حسب منطوق آیت قل یا ایھا من انی رسول اللہ الیکم جمیعاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دوسرے بعثت کی ضرورت ہوئی۔ اور ان تمام خادموں نے جو ریل اور تار اور اگن بوٹ اور مطابع اور احسن انتظام و اک اور باہمی زبانوں کا علم اور خاصکر ملک ہند میں اُردو نے جو ہندوؤں اور مسلمانوں میں ایک زبان مشترک ہو گئی تھی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بزبان حال درخواست کی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم تمام خدام حاضر ہیں اور فرض اشاعت پورا کرتے کیلئے بدل و جان سرگرم ہیں، آپ تشریف لائیے اور اس اپنے فرض کو پورا کیجئے۔ کیونکہ آپ کا دعویٰ ہے کہ تمام کافرانہ کے لئے آیا ہوں اور اب یہ وہ وقت ہے کہ آپ ان تمام قوموں کو جو زمین پر رہتی ہیں قرآنی تبلیغ کر سکتے ہیں۔ اور اشاعت کو کمال تک پہنچا سکتے ہیں۔ اور اتمام حجت کیلئے تمام لوگوں میں دلائل حقائق قرآن پھیلا سکتے ہیں۔ تب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانیت نے جواب دیا کہ دیکھو میں بروز کے طور پر آتا ہوں۔ مگر میں ملک ہند میں آؤنگا۔ کیونکہ جوش مذہب و اجتماع جمیع ادیان اور مقابلہ جمیع مل و نحل اور امن اور آزادی اسی جگہ ہو۔ اور نیز آدم علیہ السلام اسی جگہ نازل ہوا تھا۔ پس ختم دور زمانہ کے وقت بھی وہ جو آدم کے رنگ میں آتا ہے اسی ملک میں اس کو آنا چاہئے تا آخر اور اول کا ایک ہی جگہ اجتماع ہو کر دائرہ پورا ہو جائے۔ اور چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حسب آیت و احزین منہم دوبارہ تشریف لانا بجز صورت بروز غیر ممکن تھا۔ اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانیت نے ایک ایسے شخص کو اپنے لئے منتخب کیا جو خلق اور خود اور بہت اور ہمدردی خلایق میں اس کے مشابہ تھا۔ اور مجازی طور پر اپنا نام احمد اور محمد اس کو عطا

کیا تا یہ سمجھا جائے کہ گویا اُس کا ظہور بعینہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور تھا
 لیکن یہ امر کہ یہ دوسرا بعثت کس زمانہ میں چاہئے تھا۔ اس کا یہ جواب ہے
 کہ چونکہ خدائے تعالیٰ کے کاموں میں تناسب واقع ہے اور وضع شیئی
 فی محلہ اس کی عادت ہے جیسا کہ اس حکیم کے مفہوم کا مقتضا ہونا چاہئے
 اور نیز وہ بوجہ واحد ہونے کے وحدت کو پسند کرتا ہے اس لئے اُس نے
 یہی چاہا کہ جیسا کہ تکمیل ہدایت قرآن خلقت آدم کی طرح چھٹے دن کی گئی
 یعنی بروز جمعہ۔ ایسا ہی تکمیل اشاعت کا زمانہ بھی وہی ہو جو چھٹے دن سی
 مشابہ ہو۔ لہذا اس نے اسی بعثت دوم کے لئے ہزار ششم کو پسند فرمایا اور
 وسائل اشاعت بھی اسی ہزار ششم میں وسیع کئے گئے اور ہر ایک اشاعت
 کی راہ کھولی گئی۔ ہر ایک ملک کی طرف سفر آسان کئے گئے۔ جا بجا مطبعہ جا بجا
 ہو گئے۔ ڈاکخانہ نجات کا احسن انتظام ہو گیا اکثر لوگ ایک دوسرے کی
 زبان سے بھی واقف ہو گئے۔ اور یہ امور ہزار پنجم میں ہرگز نہ تھے بلکہ
 اس ساٹھ سال سے پہلے جو اس عاجز کی گزشتہ عمر کے دن ہیں ان تمام
 اشاعت کے وسیلوں سے ملک خالی پڑا ہوا تھا۔ اور جو کچھ ان میں سے
 موجود تھا وہ نامقام اور کم قدر اور شاذ و نادر کے حکم میں تھا۔ ”تحفہ گولڑویہ...“
ناظرین کرام! آپ سمجھ گئے ہوں گے کہ مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ میں جو چھٹے
 ہزار میں مبعوث ہوا ہوں یہ میری بعثت، درحقیقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت
 ثانیہ ہے۔ اسی لئے اس بعثت مرزا نیہ سے انکار کرنے والے کو مرزا صاحب قرآن شریف
 لے جہود کو دنیا کا چھٹا روز کہنا عیسائی معمول ہے جو اتوار سے ہفتہ شروع کرتے ہیں۔ شرع اسلام میں
 جمعہ ساتواں دن ہے کیونکہ شرعی ہفتہ سنیچر سے شروع ہوتا ہے۔ چنانچہ عربی میں سنیچر کو یوم الاحد
 کہتے ہیں۔ مرزا صاحب عیسائیوں کے لئے عیسائی بن کر آئے۔ مگر اصطلاحات میں
 ان کے موافق ہو گئے ۱۲ منہ

کا منکر قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ آپ کے الفاظ یہ ہیں۔

”ادرجس نے اس بات سے انکار کیا کہ نبی علیہ السلام کی بعثت چھٹے ہزار سے تعلق رکھتی ہے جیسا کہ پانچویں ہزار سے تعلق رکھتی تھی، پس اُس نے حق کا اور نص قرآن کا انکار کیا۔“ (خطبہ الہامیہ نقطیج کلاں ص ۱۸)

چونکہ مرزا صاحب خود بعثت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ مبعوث ہوئے ہیں۔ اس کالاری نتیجہ یہ ہونا چاہئے کہ مرزا صاحب کے اتباع بھی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے درجہ پر فائز ہوں۔ چنانچہ آپ نے اس کی تصریح فرمادی ہوئی ہے کہ

”جو میری جماعت میں داخل ہوا وہ درحقیقت خیر المرسلین (صلی اللہ علیہ وسلم) کے صحابہ میں داخل ہوا۔ اور یہی معنی احزاب منہم کے لفظ کے ہیں۔“ (خطبہ الہامیہ نقطیج کلاں ص ۱۸)

لطفیہ | صحابہ کے بعد فضیلت میں دوسرا درجہ تابعین کا ہے جنہوں نے صحابہ کرام کو دیکھا۔ پس جن لوگوں نے مرزا صاحب کو نہیں دیکھا وہ ان کے اتباع کو دیکھ کر تابعین بن سکتے ہیں۔ (مگر ایمان شرط ہے) ۵

شیر قالیں دگراست شیر نیستائیں دگراست

ناظرین! مرزا صاحب نے چھٹے ہزار میں مبعوث ہونا پوری تفصیل سے بیان

کیا ہے چنانچہ ایک مقام پر آپ کے الفاظ یہ ہیں۔

”پھر (خدا نے) ارادہ فرمایا کہ پوشیدگیوں کو پورے طور پر ایک ہی شخص میں ظاہر کرے جو ان خصلتوں کا مظہر ہو۔ پس آدم کی روحانیت فی جامع کامل تجلی کے ساتھ جمعہ کے دن آخری ساعت میں تجلی فرمائی۔ یعنی اس دن جو چھ کا چھٹا ہے۔ اسی طرح ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانیت نے پانچویں ہزار میں اجمالی صفات کے ساتھ ظہور فرمایا۔ اور وہ زمانہ اس روحانیت کی ترقیات کا انتہی نہ تھا بلکہ اس کے کمالات کے مخراج کے لئے پہلا قدم تھا۔ پھر اس روحانیت نے چھٹے ہزار کے آخر میں یعنی اس

وقت پوری طرح سے تجلی فرمائی جیسا کہ آدم چھٹے دن کے آخر میں احسن
 الخالقین خدا کے اذن سے پیدا ہوا۔ اور خیر الرسل کی روحانیت نے اپنے
 ظہور کے کمال کے لئے اور اپنے نوز کے غلبہ کے لئے ایک مظہر اختیار کیا۔
 جیسا کہ خدا تعالیٰ نے کتاب مبین میں وعدہ فرمایا تھا۔ پس میں وہی
 مظہر ہوں۔ پس ایمان لا اور کافروں سے مت ہو۔ اور اگر چاہتا ہے
 تو اس خدا تعالیٰ کے قول کو پڑھ ہو الذی ارسل رسولہ آخر آیت
 تک پس یہ اظہار کا وقت اور روحانیت کے ظہور کے کمال کا وقت ہے
 اسے مسلمانوں کی جماعت اور اسی لئے آثار میں آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ
 علیہ وسلم چھٹے ہزار میں مبعوث ہوئے۔ حالانکہ آنجناب کی بعثت قطعاً اور
 یقیناً پانچویں ہزار میں تھی۔ پس شک نہیں کہ یہ اشارہ ہے تجلی تام کے
 وقت کی طرف اور استیفاء مرام کی طرف اور روحانیت کے ظہور کے
 کمال کی طرف اور جہان میں محمدی فیوض کے موج مارنے کی دنوں کی طرف
 اور یہ چھٹے ہزار کا آخر ہے جو زمانہ کہ مسیح موعود کے اترنے کیلئے مقرر ہے
 جیسا کہ انبیاء کی کتابوں سے سمجھا جاتا ہے۔ اور یہ زمانہ یقیناً خدا تعالیٰ
 کی طرف سے آنحضرت کے قدم رکھنے کی جگہ ہے جیسا کہ آیت و احزین
 منہم اور پاک تحریروں کی دوسری آیتوں سے مفہوم ہوتا ہے۔ پس
 اگر تو عقلمند ہے تو فکر کر اور جان کہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جیسا
 کہ پانچویں ہزار میں مبعوث ہوئے ایسا ہی مسیح موعود کی بروزی صورت
 اختیار کر کے چھٹے ہزار کے آخر میں مبعوث ہوئے۔ اور یہ قرآن سے ثابت
 ہے اس میں انکار کی گنجائش نہیں۔ اور بجز اندھوں کے کوئی اس معنی سے
 سر نہیں پھیرتا۔ کیا احزین منہم کی آیت میں فکر نہیں کرتے۔ اور
 کس طرح "منہم" کے لفظ کا مفہوم متحقق ہو اگر رسول کریم احزین میں موجود
 نہ ہوں جیسا کہ پہلوں میں موجود تھے۔ پس جو کچھ ہم نے ذکر کیا اسکی تسلیم

سے چارہ نہیں۔ اور منکروں کے لئے بھاگنے کا راستہ بند ہے۔ (خطبہ الہامیہ

تقطیع کلاں ۱۶۶ تا ۱۸۱)

اسی کی مزید تشریح بھی سنئے مرزا صاحب لکھتے ہیں۔

”ہم ابھی لکھ چکے ہیں کہ تکمیل ہدایت کا دن چھٹا دن تھا یعنی جمعہ اس لئے رعایت تناسب کے لحاظ سے تکمیل اشاعت ہدایت کا دن بھی چھٹا دن ہی مقرر کیا گیا۔ یعنی آخر الف ششم جو خدا کے نزدیک دنیا کا چھٹا دن ہے جیسا کہ اس وعدے کی طرف آیت لیظہرہا علی الدین کلمہ اشارہ فرما رہی ہے۔ اور اس چھٹے دن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خو اور رنگ پر ایک شخص جو مظہر تجلیات احمدیہ اور محمدیہ تھا مبعوث فرمایا گیا تاکہ تکمیل اشاعت ہدایت فرقانی اس مظہر تام کے ذریعہ سے ہو جائے۔ عرض خدا تعالیٰ کی حکمت کاملہ نے اس بات کا التزام فرمایا کہ جیسا کہ تکمیل ہدایت قرآنی چھٹے دن ہوئی تھی ایسا ہی تکمیل اشاعت ہدایت قرآنی کیلئے الف ششم مقرر کیا گیا جو موجب نص قرآنی چھٹے دن کے حکم میں ہے اور جیسا کہ تکمیل ہدایت قرآنی کا چھٹا دن جمعہ تھا ایسا ہی ہزار ششم میں بھی خدا تعالیٰ کی طرف سے جمعہ کا مفہوم مخفی ہے۔ یعنی جیسا کہ جمعہ کا دوسرا حصہ تمام مسلمانوں کو ایک مسجد میں جمع کرنا ہے اور متفرق ائمہ کو موطل کر کے ایک ہی امام کا تابع کر دیتا ہے اور تفرقہ کو درمیان سے اٹھا کر اجتماعی صورت مسلمانوں میں پیدا کر دیتا ہے۔ یہی خاصیت الف ششم کے آخری حصہ میں ہے۔ یعنی وہ بھی اجتماع کو چاہتا ہے۔ اسی لئے لکھا ہے کہ اس وقت اسم ہادی کا پرتو ایسے زور میں ہوگا کہ بہت دور اُفتادہ دلوں کو بھی خدا کی طرف کھینچ لائیکا۔ اور اسی کی طرف اشارہ اس آیت میں ہے ونفخ فی الصور نفخا ہر جمعاً۔ پس یہ جمع کا لفظ اسی روحانی جمعہ کی طرف اشارہ ہے۔ عرض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے دوبعث

مقدر تھے۔ ایک بعثت تکمیل ہدایت کیلئے دوسرے بعثت تکمیل اشاعت ہدایت کیلئے۔ اور یہ ہر دو قسم کی تکمیل روز ششم سے وابستہ تھی تا خاتم الانبیاء کی شہادت خاتم المخلوقات سے اتم اور اکمل طور پر ہو جائے۔ اور تا دائرہ خلقت اپنے استدارت کاملہ کو پہنچ جائے۔ سو ایک تو وہ روز ششم تھا جس میں آیت الیوم اکملت لکم دینکم نازل ہوئی اور دوسرے وہ روز ششم ہے جس کی نسبت آیت لیظہرہا علی الدین کلہ میں وعدہ تھا۔ یعنی آخری حصہ ہزار ششم اور اسلام میں جو روز ششم کو عید کا دن مقرر کیا گیا ہے یعنی جمعہ کو یہ بھی درحقیقت اسی کی طرف اشارہ ہے کہ روز ششم تکمیل ہدایت اور تکمیل اشاعت ہدایت کا دن ہے۔ اس وقت کے تمام مخالف مولویوں کو ضرور یہ بات ماننی پڑیگی کہ چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء تھے اور آپ کی شریعت تمام دنیا کے لئے عام تھی اور آپ کی نسبت فرمایا گیا تھا لکن رسول اللہ و خاتم النبیین اور نیز آپ کو یہ خطاب عطا ہوا تھا قل یا ایہا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعاً۔ سو اگرچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد حیات میں وہ تمام متفرق ہدایتیں جو حضرت آدم سے حضرت عیسیٰ تک تھیں قرآن شریف میں جمع کر دی گئیں لیکن مضمون آیت قل یا ایہا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعاً صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں عملی طور پر پورا نہیں ہو سکا کیونکہ کامل اشاعت اس پر موقوف تھی کہ تمام ممالک متحدہ یعنی ایشیا اور یورپ اور افریقہ اور امریکہ اور آبادی دنیا کے انتہائی گوشوں تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زندگی ہی میں تبلیغ قرآن ہو جاتی۔ اور یہ اس وقت غیر ممکن تھا بلکہ اس وقت تک تو دنیا کی کئی آبادیوں کا ابھی پتہ بھی نہیں لگا تھا اور دور دراز سفروں کے ذرائع ایسے شکل تھے کہ گویا معدوم تھے۔ بلکہ اگر وہ ساٹھ برس الگ کر دئے جائیں جو اس عاجز کی عمر کے ہیں تو ۱۲۵۷ ہجری تک بھی اشاعت کے

وسائل کا مل گیا کالعدم تھے اور اس زمانہ تک امریکہ کل اور یورپ کا اکثر حصہ
قرآنی تبلیغ اور اس کے دلائل سے بے نصیب رہا ہوا تھا بلکہ دور دور ملکوں کے
گوشوں میں تو ایسی بے خبری تھی کہ گویا وہ لوگ اسلام کے نام سے بھی واقف
نہ تھے۔ غرض آیت موصوفہ بالا میں جو فرمایا گیا تھا کہ اسے زمین کے باشندو!
میں تم سب کی طرف رسول ہوں، علی طور پر اس آیت کے مطابق تمام دنیا کو
ان دنوں سے پہلے ہرگز تبلیغ نہیں ہو سکی اور نہ تمام حجت ہو ا کیونکہ وسائل
اشاعت موجود نہیں تھے۔ اور نیز زبانوں کی اجنبیت سخت روک تھی اور نیز
یہ کہ دلائل حقانیت اسلام کی واقفیت اس پر موقوف تھی کہ اسلامی ہدایتیں
غیر زبانوں میں ترجمہ ہوں اور یا وہ لوگ خود اسلام کی زبان سے واقفیت
پیدا کر لیں۔ اور یہ دونوں امر اس وقت غیر ممکن تھے۔ لیکن قرآن شریف کا یہ
فرمانہ ومن بلغ یہ امید دلاتا تھا کہ ابھی اور بہت سے لوگ ہیں کہ ابھی
تبلیغ قرآنی ان تک نہیں پہنچی۔ ایسا ہی آیت واحضریں منہم لعماء
یلحقوا ابھم اس بات کو ظاہر کر رہی تھی کہ گو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کی حیات میں ہدایت کا ذخیرہ کامل ہو گیا مگر ابھی اشاعت ناقص ہے اور
اس آیت میں جو منہم کا لفظ ہے وہ ظاہر کر رہا تھا کہ ایک شخص اس
زمانہ میں جو تکمیل اشاعت کیلئے موزوں ہے مبعوث ہو گا جو آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کے رنگ میں ہو گا۔ اور اس کے دوست مخلص صحابہ کے
رنگ میں ہونگے۔ (تحفہ گوڑویہ ص ۹۹)

ناظرین! ہم آپ کا وقت زیادہ لینا نہیں چاہتے ورنہ مرزا صاحب نے
کئی ایک کتابوں میں اس مضمون کو بار بار لکھا ہے کہ میں چھٹے ہزار میں مسیح موعود بنکر
مبعوث ہوا ہوں۔

اب ہم بتاتے ہیں کہ مرزا صاحب باوجود مکرر کہہ کر چھ ہزار رٹنے کے چھٹا ہزار
ایسا بھول گئے کہ ہمیں یہ کہنے کا موقع ملا۔

کیا وعدہ تمہیں کر کے کرنا نہیں آتا

ناظرین ہمارے پیش کردہ حوالجات بغور پڑھیں۔ مسیحیت کے دعویٰ کے متعلق سب سے پہلی کتاب مرزا صاحب نے ازالہ ادہام لکھی ہے۔ اس میں فرماتے ہیں۔

”لطیفہ۔ چند روز کا ذکر ہے کہ اس عاجز نے اس طرف توجہ کی کہ کیا اس حدیث کا جو الآیات بعد الماتین ہے ایک یہ بھی غشا ہے کہ تیرہویں صدی کے اواخر میں مسیح موعود کا ظہور ہو گا اور کیا اس حدیث کے مفہوم میں بھی یہ عاجز داخل ہے، تو مجھے کسفی طور پر اس مندرجہ ذیل نام کی اعداد و حروف کی طرف توجہ دلائی گئی کہ دیکھ یہی مسیح ہے کہ جو تیرہویں صدی کے پورے ہونے پر ظاہر ہونے والا تھا۔ پہلے سے یہی تاریخ ہم نے نام میں مقرر کر رکھی تھی اور وہ یہ نام ہے غلام احمد قادیانی۔ اس نام کے عدد پورے تیرہ سو ہیں۔ اور اس قصہ قادیان میں بجز اس عاجز کے اور کسی شخص کا غلام احمد نام نہیں۔ بلکہ میرے دل میں ڈالا گیا ہے کہ اس وقت بجز اس عاجز کے تمام دنیا میں غلام احمد قادیانی کسی کا بھی نام نہیں۔“ (ازالہ ادہام ص ۱۸)

اسی کی تائید میں ایک حوالہ اور پیش ہے۔ مرزا صاحب فرماتے ہیں۔۔۔
”جب میری عمر چالیس برس تک پہنچی تب خدائے تعالیٰ نے اپنے الہام اور کلام سے مجھے مشرف کیا۔ اور یہ عجیب اتفاق ہوا کہ میری عمر کے چالیس برس پورے ہونے پر صدی کا سر بھی آپہنچا۔ تب خدا تعالیٰ نے الہام کے ذریعے سے میرے پر ظاہر کیا کہ تو اس صدی کا مجدد اور صلیبی فتنوں کا چارہ گر ہے۔ اور یہ صرف اس طرف اشارہ تھا کہ تو ہی مسیح موعود ہے پھر اسی زمانہ میں، خدا نے میرا نام عیسیٰ بھی رکھا۔“ (ترتیب القلوب ص ۶)

ناظرین! ورق الٹ کر ص ۷ ملاحظہ فرمائیں جہاں ہم نے ثابت کیا ہے کہ جب تصریح مرزا صاحب انسانی دنیا کا چھٹا ہزار ۱۲۶۸ھ ہجری میں ختم ہو چکا۔ مگر مرزا صاحب چودہویں صدی کے شروع میں مامور اور مبعوث ہوئے تو چھٹے ہزار میں

کہاں ہوئے بلکہ ساتویں ہزار میں سے باون سال گزار کر مبعوث ہوئے
اسلامی دوستو! اپنا اعتقادی حصہ الگ کر کے اپنے رئیس التکلمین کو
علم کلام کو بحیثیت منکلم جانچو گے تو ہمارا قول صحیح پاؤ گے
ہم شیخ کی سنتے تھے مریدوں سے بزرگی
جا کر کے جو دیکھا تو مہمانہ کے سوا بیچ
حضرات! اور سنئے مرزا صاحب خود لکھتے ہیں :-

”میری پیدائش اُس وقت ہوئی جب چھ ہزار میں سے گیارہ برس رہتے
تھے“ (تحفہ گولڑویہ ص ۹۵)

غور فرمائیے کہ چھٹے ہزار میں سے کل گیارہ سال رہتے تھے تو ساتواں ہزار شروع
ہوئے تک مرزا صاحب کی عمر کل گیارہ سال کی ہوگی۔ حالانکہ آپ فرما چکے ہیں
کہ میں پچالیس سال کی عمر میں مامور اور مبعوث ہوا۔ جس کے یہ معنی ہیں کہ انیس
سال ساتویں ہزار میں سے لیکر آپ مبعوث ہوئے۔

اس طرفہ | یہ ہے کہ آپ تحفہ گولڑویہ مطبوعہ ۱۹۰۲ء مطابق ۱۳۲۰ھ ہجری
میں فرماتے ہیں :-

”ہمارا یہ زمانہ (۱۳۲۰ھ) حضرت آدم علیہ السلام سے ہزار ششم میں
واقع ہے۔ یعنی حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے یہ چھٹا ہزار جاتا
ہے۔ (جل جلالہ)“ (تحفہ گولڑویہ ص ۹)

غور فرمائیے چھٹا ہزار ۱۲۴۸ھ ہجری میں ختم ہو گیا۔ تاہم ۱۳۲۰ھ میں یعنی ۵۲
+ ۲۰ = ۷۲ سال تک بھی وہی چھٹا ہزار جاری ہے۔ ابھی آگے بھی۔
اس طرفہ پر طرہ | یہ کہ ۱۹۰۲ء کی تحریر میں لکھتے ہیں :-

”اب چھٹا ہزار آدم کی پیدائش سے آخر پر ہے جس میں خدا کے سلسلہ کو
فتح ہوگی اور روشنی اور تاریکی میں یہ آخری جنگ ہے“ (مقدمہ چشمہ مسیحی
ص ۱۰ مورخہ یکم مارچ ۱۹۰۲ء مطابق ۱۳۲۰ھ ہجری)

ناظرین کرام! ہمارا گمان بلکہ یقین ہے کہ آپ لوگ مرزا صاحب کے کلام
بانتظام سے اکتائے نہ ہونگے، بلکہ ہماری طرح مسرور و محفوظ ہوتے ہونگے۔ ہاں طوالت
سے ملال ہونے پر استاد غالب کا یہ شعر پڑھتے ہونگے ۛ
ملے تو حشر میں لے لوں زبانِ ناصح کی
عجیب چیز ہے یہ طول مدعا کے لئے

اب ہم یہ بتاتے ہیں کہ مرزا صاحب باوجود بار بار رٹنے کے چھٹا ہزار بھول
گئے۔ ایسے بھولے کہ مطلق یاد نہ رہا۔ فرماتے ہیں:-

”تمام نبیوں کی متفق علیہ تعلیم ہے کہ مسیح موعود ہزارہ مفتحم کے سر پر آئیگا“
(جل جلالہ و عم نوالہ) (لیکچر سیا لکھوٹ مطبوعہ ۱۹۰۴ء ص ۵)

اس تشنت بال اور تہافت مقال پر بھی قادیان کے سلطان القلم فرماتے ہیں:-

”القصہ میری سچائی پر یہ ایک دلیل ہے کہ میں نبیوں کے مقرر کردہ ہزار
(ششم یا ہفتم یا کوئی اور؟) میں ظاہر ہوا ہوں۔ اور اگر کوئی بھی
دلیل نہ ہوتی تو یہی ایک دلیل روشن تھی جو طالب حق کیلئے کافی تھی
کیونکہ اگر اس کو رد کیا جائے تو خدا تعالیٰ کی تمام کتابیں باطل ہوتی
ہیں۔“ (لیکچر سیا لکھوٹ ص ۵)

آب ہم مرزا صاحب کی ایک فیصلہ کن عبارت پیش کرتے ہیں۔ اس کے بعد
ناظرین کو شالامار باغ کے دوسرے تختے (قطعہ) کی سیر کرائینگے۔ مرزا صاحب
فرماتے ہیں:-

”تمام نبیوں کی کتابوں سے اور ایسا ہی قرآن شریف سے بھی یہ معلوم ہوتا
ہے کہ خدا نے آدم سے لیکر اخیر تک تمام دنیا کی عمر سات ہزار برس رکھی
ہے۔ اور ہدایت اور گمراہی کے لئے ہزار ہزار سال کے دور مقرر کئے
ہیں۔ یعنی ایک وہ دور ہے جس میں ہدایت کا غلبہ ہوتا ہے اور دوسرا وہ
دور ہے جس میں گمراہی کا غلبہ ہوتا ہے اور جیسا کہ میں نے بیان کیا خدا

تعالیٰ کی کتابوں میں یہ دو ڈوں دور ہزار ہزار برس پر تقسیم کئے گئے ہیں۔ اول دور ہدایت کے غلبہ کا تھا۔ اس میں بت پرستی کا نام و نشان نہ تھا۔ جب یہ ہزار سال ختم ہوا تب دوسرے دور میں جو ہزار سال کا تھا طرح طرح کی بت پرستیاں دنیا میں شروع ہو گئیں اور شرک کا بازار گرم ہو گیا۔ اور ہر ایک ملک میں بت پرستی نے جگہ لی۔ پھر تیسرا دور جو ہزار سال کا تھا اس میں توحید کی بنیاد ڈالی گئی اور جسقدر خدا نے جام دنیا میں توحید پھیل گئی۔ پھر ہزار چہارم کے دور میں ضلالت نمودار ہوئی۔ اور اسی ہزار چہارم میں سخت درجہ پر بنی اسرائیل بگڑ گئے اور عیسائی مذہب مٹم ریزی کے ساتھ ہی خشک ہو گیا اور اس کا پیدا ہونا اور مٹنا گویا ایک ہی وقت میں ہوا۔ پھر ہزار پنجم کا دور آیا جو ہدایت کا دور تھا۔ یہ وہ ہزار ہے جس میں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے اور خدا تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر توحید کو دوبارہ دنیا میں قائم کیا۔ پس آپ کے منجانب اللہ ہونے پر ہی ایک زبردست دلیل ہے کہ آپ کا ظہور اس ہزار کے اندر ہوا جو روز ازل سے ہدایت کیلئے مقرر تھا اور یہ میں اپنی طرف سے نہیں کہتا بلکہ خدا تعالیٰ کی تمام کتابوں سے یہی نکلتا اور اسی دلیل سے میرا دعوے مسیح موعود ہونے کا بھی ثابت ہے ثابت ہوتا ہے۔ کیونکہ اس تقسیم کی دوسرے ہزار ششم ضلالت کا ہزار ہے۔ اور وہ ہزار ہجرت کی تیسری صدی کے بعد شروع ہوتا ہے اور چودھویں صدی کے سر تک ختم ہوتا ہے۔ اس ہزار ششم کے لوگوں کا نام آنحضرت نے فیج اعوج رکھا ہے۔ اور ساتواں ہزار ہدایت کا جو جس میں ہم موجود ہیں۔ چونکہ یہ آخری ہزار ہے اس لئے ضرور تھا کہ امام آخر الزمان اس کے سر پر پیدا ہو۔ اور اس کے بعد کوئی امام نہیں اور نہ کوئی مسیح مگر وہ جو اس کیلئے بطور نفل کے ہو۔ کیونکہ اس ہزار میں اب دنیا کی عمر کا خاتمہ ہے جس پر تمام نبیوں نے شہادت دی ہے۔ (لیکچر سیالکوٹ ص ۳۰)

ناظرین! اس عبارت میں مرزا صاحب نے تین دعوے کئے ہیں۔ (۱) عیسائی

مذہب چوتھے ہزار میں پیدا ہوا اور اسی ہزار میں فنا ہو گیا (۲)، دوسرا دعویٰ یہ ہے کہ ہزار ششم مگر ابھی کا ہے (۳)، تیسرا دعویٰ یہ ہے کہ ساتواں ہزار زمانہ مسیح موعود کا ہو۔ دعویٰ اول کی بابت تو ہم تفصیل سے کہنا چاہتے ہیں۔ پس ناظرین غور سے سنیں۔

مرزا صاحب کا کتنا دعویٰ اور کتنی جرات ہے۔ کہتے ہیں کہ عیسائی مذہب چوتھے ہزار میں ختم دینی کے ساتھ ہی شک ہو گیا۔ مرزا صاحب کے جواب میں ہمیں کبھی منطقی فلسفی دلیل یا قرآن و حدیث سے استدلال کرنے کی ضرورت نہیں ہوئی۔ بلکہ مرزا صاحب کا اپنا قول ہی ان کی تردید یا بالفاظ دیگر تکذیب کیلئے کافی ہوتا ہے۔

ناظرین غور فرمائیں دنیا کی عمر کے ۳۹۷۷ سال میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہوئے (صل۔ کتاب ہذا) آپ کی پیدائش اپریل ۱۸۷۷ء کو ہوئی قمری حساب سے تخمیناً سولہ سال اور بڑھا لیجئے۔ تو ولادت نبویہ سے پانسو ستاسی سال پہلے حضرت مسیح کا زمانہ بالفاظ دیگر دین عیسوی کا زمانہ شروع ہوتا ہے۔ اور یہ پانسو ستاسی سال دنیا کی عمر ۳۹۷۷ سے تفریق کریں تو پیدائش مسیح تک باقی ۲۱۵۲ سال دنیا کی عمر رہتی ہے جس کے صاف معنی یہ ہیں کہ دین عیسوی کی ابتدائی پانچویں ہزار میں ہوئی اور طرح سے ہم چونکہ مرزا صاحب کے قائل اور مخاطب ہیں اس لئے ہمیں کیا ضرورت ہے کہ ہم مولانا شبلی وغیرہ کے مرہون منت ہوں جبکہ مرزا صاحب خود ہی فرما رہے ہیں۔ ”افضل البشر (محمد رسول اللہ) مسیح سے چھ سو برس پہچھے آیا۔“ (دافع الوسوس) مرزا صاحب کی خاطر سے ہم حضرت مسیح کی ایک سو بیس عمر بھی ملا لیں تو سارا زمانہ سات سو بیس سال ہوتا ہے۔ ۳۹۷۷ میں سے سات سو بیس تفریق کرنے سے ۱۹ سال بچے۔ جس کا مطلب یہ ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش دنیا کی عمر کے حساب سے بحساب مرزا صاحب ۱۹۷۷ء میں ہوئی یعنی پانچویں ہزار میں۔ مگر مرزا صاحب دین عیسوی کو چوتھے ہزار میں پیدا کر کے فنا بھی کر چکے ہیں۔

عیسائی ممبرو! کہاں ہو؟ کیا کہتے ہو؟ اب سبھی قادیانی معجزہ پر ایمان لاؤ گے یا نہیں؟ کہ تمہیں پیدا ہونے سے پہلے ہی مرزا صاحب نے مار دیا۔ یہی معنی ہیں

چلی ہے تیغ بل کرتی ہوئی زخم آئے ہیں تر چھ
بول اٹھے کوئی یارب کہ بانکا اس کا قاتل ہو

دوسرا دعویٰ آپ کا عبارت منقولہ از چشمہ سچی کے خلاف ہے۔ کیونکہ مرزا صاحب نے ۱۹۰۸ء میں انتقال کیا ہے اور عبارت مرقومہ ۱۹۰۶ء کی ہے جس میں ہزار ششم کو جاری مانا ہے۔ تو کہنا پڑیگا کہ مرزا صاحب کا سارا زمانہ ضلالت کا تھا۔ مگر اہی میں پیدا ہوئے مگر اہی میں چلے گئے۔ تیسرا دعویٰ تو ساری پہلی عبارتوں کے خلاف ہے۔ جن میں ہزار ششم میں نبوت بتائی ہے۔

مختصر یہ ہے | کہ مرزا صاحب نے اپنی مسیحیت موعودہ پر بڑی زبردست دلیل یہ پیش کی ہے کہ ہم دنیا کی عمر سے ہزار ششم میں مبعوث ہوئے۔ حالانکہ ہزار ششم انہی کے حساب سے ۱۲۸۸ء ہجری کو ختم ہو چکا اور آپ اس سے بہت بعد مدعی مسیحیت موعودہ ہوئے۔ یہاں تک کہ آپ اپنے پہلے بیان کو بھول کر ساتویں ہزار میں تشریف لے آئے۔ پھر اس پر بھی قائم نہ رہے یہاں تک کہ ۱۹۰۶ء مطابق ۱۳۲۵ء کو ہزار ششم کو لا موجود کیا۔

ناظرین! یہ ہیں وہ زبردست دلائل ہیں جن کے حق میں مرزا صاحب فرماتے ہیں۔
”یہ وہ ثبوت ہیں جو میرے مسیح موعود اور جہدی مسود ہونے پر کھلے کھلے دلالت کرتے ہیں۔ اور اس میں کچھ شک نہیں کہ ایک شخص بشر طیکہ متقی ہو جو وقت ان تمام دلائل میں غور کرے گا تو اس پر روز روشن کی طرح کھلیا بیگا کہ میں خدا کی طرف سے ہوں۔“ (تحفہ کوثر و یہ ص ۱۲۱)

ہاں ہاں یہی ثبوت ہیں جن کی بنا پر مرزا صاحب فرماتے ہیں ہر
”کوئی انسان نہ اسے جانتا ہو تو اس کے لئے اس سے چارہ نہیں کہ میرے
دعوے کو اسی طرح مان لے جیسا کہ اُس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کی نبوت کو مانا۔“ (تذکرۃ الشہادتین ص ۳۸)

ہم نے مرزا صاحب کی زبردست دلیل کے بیانات کو بڑی محنت سے کیا کر کے ناظرین

کے سامنے رکھ دیا اب یہ اُن کا کام ہے کہ (بقول مرزا صاحب) بے جا بنیں یا
بقول خدا کا مل الایمان۔

ہم سے پوچھیں تو ہم مرزا صاحب کے دعوے اور ان کے دلائل پر یہ شعر بہت
موزوں پاتے ہیں۔ اہ

ناز ہے گل کو نزاکت پہ چمن میں اسے ذوق
اُس نے دیکھے ہی نہیں ناز و نزاکت والے

احمدی دوستو! فلاسفہ اور مشکلیں میں جن امور میں اختلاف ہے اُن میں
سے ایک امر حدوث کائنات ہے۔ مشکلیں کل ماسوی اللہ کو اور اس کو سلسلہ
کو حادث بالزمان مانتے ہیں، فلاسفہ یونان چند امور کو قدیم بالزمان کہتے ہیں۔
لیکن کیا مجال کہ کوئی مشکلم بحث کرتے ہوئے اپنے اصول کو بھول جائے۔ ہرگز نہیں۔
بلکہ خواب میں بھی وہ اپنے اصول کو نہیں بھولیں گے۔ مگر آپ کا مشکلم ہاں رئیس مشکلیں
ہاں ہاں سلطان القلم کی یہ کیا حالت ہے کہ اپنی دلیل اور اپنے بیان کو یوں بھول جاتا ہے
جس طرح ایک شاعر نے اپنے معشوق کی شکایت کی ہے

مجھے قتل کر کے وہ بھولا سا قاتل لگا کہنے کس کا یہ تازہ لبو ہے
کسی نے کہا جس کا وہ سر پڑا ہے کہا بھول جانے کی کیا میری خو ہے
خدا فیصلہ | اُو ہم تمہیں ایسے اختلافات میں خدائی فیصلہ سنائیں۔ قرآن مجید
میں ارشاد ہے۔

لَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللَّهِ لَوَجَدُوا فِيهِ اخْتِلَافًا كَثِيرًا۔ (پ ۸۶)
(یعنی اگر قرآن کسی غیر اللہ کے پاس سے جوتا تو لوگ اس میں بڑا اختلاف پاتے)
یہ آیت بتا رہی ہے کہ خدا کے کلام اور خدا کے انبیاء علیہم السلام کے الہامی کلام میں اختلاف
نہیں ہوتا۔ پس جس کلام میں اختلاف ہو وہ الہامی یا خدا کی طرف سے نہیں۔ اور جو کلام
خدا کی طرف سے نہیں مگر مشکلم اس کا اس کو خدا کی طرف سے کہتا ہے تو ایسا کہنے والا بڑا

من یکسر بالطاعت الایہ